83093 ـ خاوند ماضی کے متعلق دریافت کرے تو بیوی کا جھوٹ بولنا اور توریہ کرنا

سوال

میں یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ اگر کسی لڑکی کا ماضی معاصی سے پر ہو اور پھر وہ توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کر چکی ہو، اور اس کے بعد کوئی شخص اس کا رشتہ طلب کرے تو کیا وہ اپنے ماضی کے متعلق اسے بتائے یا نہ اور اگر وہ دریافت کرے تو کیا اس سے جھوٹ بھول دے ؟
اور اگر اسے اس جھوٹ پر قسم اٹھانی پڑے تو کیا وہ قسم اٹھا سکتی ہے ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

اگر کوئی شخص معاصی و گناہ میں مبتلا ہو اور پھر وہ توبہ کر لے تو اللہ سبحانہ و تعالی اس کی توبہ قبول کر کے اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے چاہے اس کے گناہ جتنے بھی ہوں، اور جرم کتنا بھی عظیم اور بڑا ہو.

اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو الہ نہیں بناتے اور نہ ہی وہ اللہ کے حرام کردہ نفس کو حق کے بغیر قتل کرتے ہیں، اور نہ ہی زنا کرتے ہیں، اور جو کوئی ایسا کریگا وہ اپنے اوپر سخت وبال لائیگا، اسے قیامت کے دوہرا عذاب دیا جائیگا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہےگا، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیك کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالی نیکیوں میں بدل ڈالتا ہے اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے الفرقان (68 ـ 70).

اہم یہ ہے کہ وہ سچی اور پکی اور خالص توبہ کرے تو پھر اس کے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں.

دوم:

اللہ سبحانہ و تعالی کا بندے پر احسان ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کرتا اور اس کے معاملہ کو منکشف نہیں کرتا، اسی لیے یہ بہت قباحت والی بات ہے کہ جب اللہ سبحانہ و تعالی نے اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہو اور وہ اس پردہ

کو فاش کر دے، بلکہ اسے اللہ کے پردہ کے ساتھ پردہ پوشی اختیار کرنی چاہیے، اور پھر نصوص شرعیہ بھی اس کی تاکید کرتی ہیں اور اس پر ہی ابھارتی ہیں جو کئی ایک مواقع پر بیان ہوئی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اس گندگی سے اجتناب کرو جس سے اللہ سبحانہ و تعالی نے منع کر رکھا ہے، اور جو کوئی اس میں پڑ جائے تو اسے اللہ عزوجل کے ستر اور پردہ سے پردہ پوشی حاصل کرنی چاہیے "

اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر (663) میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اللہ تعالی دنیا میں جس بندے کی پردہ پوشی کرتا ہے تو روز قیامت بھی اس کی پردہ پوشی کریگا "

صحیح مسلم حدیث نمبر (2590).

یہ ہے وہ بشارت جو توبہ کرنے والے شخص کو دی گئی ہے جس پر اللہ سبحانہ و تعالی نے دنیا میں پردہ ڈالا تھا کہ اللہ تعالی آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی کریگا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید میں حلفا بھی فرمایا ہے.

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تین پر میں قسم اٹھاتا ہوں کہ جس کا اسلام میں حصہ ہو اس کو اللہ عزوجل ایسے نہیں کریگا جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، اسلام میں حصے تین ہیں: نماز روزہ اور زکاۃ، اور اللہ عزوجل دنیا میں جس کا ولی اور دوست ہوگا تو روز قیامت اسے کسی اور کا دوست نہیں بنائیگا، اور جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے اللہ تعالی اسے ان کے ساتھ کر دیتا ہے، اور چوتھا ایسا ہے کہ اگر میں اس پر قسم اٹھاؤں تو مجھے امید ہے کہ میں گنہگار نہیں ہونگا، اللہ تعالی جس کا دنیا میں پردہ رکھے تو روز قیامت بھی اس کا پردہ رکھے گا "

مسند احمد حدیث نمبر (23968) علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر (1387) میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" میری ساری امت کو معافی مل سکتی ہے لیکن وہ شخص جو اعلانیہ طور پر معاصی کرے، کہ رات کو کوئی عمل کرے اور صبح کو اللہ اس کا پردہ رکھے تو وہ کہتا پھر اے فلاں میں نے رات ایسا ایسا کام کیا، رات اللہ تعالی نے اس کا پردہ رکھا تھا اور دن کو وہ اللہ کی پردہ پوشی کو ختم کر رہا ہے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (6069) صحیح مسلم حدیث نمبر (2990).

اس سے یہ معلوم ہوا کہ عورت اپنے منگیتر یا اپنے خاوند کو اپنی ماضی میں کی گئی کوئی بھی برائی نہیں بتائیگی، اور اگر وہ سوال بھی کرتا ہے تو بھی نہ بتائے، بلکہ وہ توریہ اور ادھر ادھر کی بات کر جائے، یعنی ایسی بات کرے جس سے سننے والا متکلم کی مراد کے خلاف سمجھے، مثلا وہ کہے: میرا تو کسی سے بھی کوئی تعلق نہ تھا، اس سے اس کا مقصد یہ ہو کہ میرا ایك یا دو روز قبل کسی سے کوئی تعلق نہ تھا.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ماعز اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ کے قصہ پر تعلیق لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

" ان کے قصہ سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ: اس طرح کے واقعہ میں پڑنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ توبہ کر لے اور اپنے آپ کو اللہ کے پردہ میں ہی رہنے دے، اور کسی کے پاس اپنے اس عمل کو ذکر مت کرے جیسا کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے ماعز کو اشارہ بھی کیا تھا.

اور جس کو اس کا علم بھی ہو جائے تو وہ بھی اس پر پردہ ڈالے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، اور وہ اسے ذلیل و رسوا مت کرے، اور نہ ہی حکمران اور عدالت تك لے جائے، جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ میں فرمایا تھا کہ: اگر تم اسے اپنے کپڑے سے چھپا لیتے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے "

اس سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالی بالجزم یہ کہتے ہیں کہ: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جو کوئی بھی گناہ کر بیٹھے اور اللہ نے اس کا پردہ رکھ لیا تو وہ اپنے آپ کو پردہ میں ہی رہنے دے اورا سے چاك مت کرے، انہوں نے ماعز اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ کے ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالی عنمہا کے ساتھ قصہ سے استدلال کیا ہے.

اور اس میں یہ بھی ہے کہ:

" جو کوئی برائی کر بیٹھے اور وہ اپنے کیے پر نادم ہو تو وہ جلد توبہ کر لے، اور کسی کو بھی اس کے متعلق مت بتائے اور اللہ کے پردہ کو چاك مت کرے، اور اگر اتفاق سے کسی کو اس کی خبر بھی ہو جائے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ برائی کرنے والے کو توبہ کرنے کا حکم دے، اور لوگوں سے اسے چھپائے جیسا کہ ماعز رضی اللہ عنہ کا عمر اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قصہ میں ہے " انتہی

دیکھیں: فتح الباری (12 / 124).

سوم:

خاوند کو چاہیے کہ وہ دین اور اخلاق والی بیوی اختیار کرے، اور جب اسے دین اور اخلاق کی مالك بیوی حاصل ہو جائے تو اسے اس کے ماضی کے متعلق نہیں کریدنا چاہیے، اور نہ ہی وہ اس سے اس کی معاصی و گناہ کے بارہ میں دریافت کرے کیونکہ یہ اللہ سبحانہ و تعالی کے سترپوشی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالی ستر پوشی پسند فرماتا ہے، اور اس کے علاوہ یہ شك پیدا کرنے کا بھی باعث بنےگا، اور اس کے خیالات کو پرگندہ کر کے رکھ دےگا، اور اس کی حالت کو خراب کریگا، انسان ان سب اشیاء سے غنی ہے، اسے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اللہ کی اطاعت اور صراط مستقیم پر دیکھے، اور اس کے احکام کو بجالائے.

اور اسی طرح بیوی کو کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے خاوند سے اس کے ماضی کے امور کے متعلق دریافت مت کرے، کہ آیا اس نے اس کے علاوہ بھی کسی سے محبت کی تھی یا نہیں، یا وہ کسی اور سے تعلق تو نہیں رکھتا تھا، یا وہ ماضی میں گناہ تو نہیں کرتا رہا، یہ سب ایسی باتیں جن میں کوئی خیر و بھلائی نہیں بلکہ شر ہی شر ہے، اور یہ شر و برائی کا دروازہ کھولتا ہے جس کی تلافی کرنا ممکن نہیں، اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ شریعت کی مراد کے بھی خلاف ہے.

چہارم:

اگر خاوند بیوی کو اپنا ماضی بتانے پر اصرار کرے، یا خاوند کو کوئی بات پہنچے جس کی وہ تحقیق کرنا چاہتا ہو، اور بیوی کو اپنی پردہ پوشی کرنے کے لیے حلف اور قسم کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو اس کے حلف اٹھانا جائز ہے، اور اپنی حلف و قسم میں توریہ کر لے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تو وہ یہ کہہ سکتی ہے کہ: اللہ کی قسم ایسی تو کوئی بات نہیں تھی، یا میں نے ایسا نہیں کیا، اور اس سے وہ مراد یہ لے کہ میں نے تو مثلا کل ایسا نہیں کیا.

اہل علم نے حلف کے مسئلہ میں تفصیل بیان کی ہے کہ کس میں تاویل اور توریہ کرنا جائز ہے، اور کس میں جائز نہیں، ان کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ: انسان کو قاضی کے پاس حلف میں توریہ کرنے کا حق نہیں، صرف اسی صورت میں جبکہ وہ مظلوم ہو تو قاضی کے پاس بھی حلف میں توریہ کر سکتا ہے.

لیکن اگر وہ مظلوم ہے تو قاضی کے علاوہ کسی اور کے سامنے توریہ کر سکتا ہے - ظالم کے لیے نہیں - یا پھر اسے خدشہ ہو کہ اس کی سچائی بیان کرنے میں اسے یا کسی دوسرے کو نقصان اور ضرر ہوگا، یا پھر توریہ کرنے میں کوئی مصلحت پائی جاتی ہو.

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" مسئلة:

ان کا کہنا ہے: اور جب وہ حلف اٹھائے اور اپنی قسم میں تاویل کرے، تو اگر وہ مظلوم ہے تو اسے تاویل کا حق ہے.

اور تاویل کا معنی یہ ہے کہ: وہ اپنی کلام اسے مقصود لے جو ظاہر کے مخالف ہو، مثلا وہ حلف اٹھائے کہ: وہ میرا بھائی ہے اور اس سے اسلامی بھائی مراد لے یا اس سے مشابہ کوئی اور بات یا پھر چھت اور عمارت اور آسمان کی یا یہ کہے: اللہ کی قسم میں نے اس سے کچھ نہیں کھایا، اور نہ ہی میں نے اس سے کچھ لیا ہے، یعنی اس سے مراد لینے اور کھانے کے بعد جو باقی ہے وہ ہو.

یہ اور اس کے مشابہ جو سامع کے ذہن میں ایسی چیز لائے جو اس کے خلاف ہو، جب وہ اسے قسم اٹھانے کا کہے، تو یہ تاویل ہے کیونکہ یہ ظاہر کے خلاف ہے.

اور تاویل والی قسم اٹھانے والے کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی حالت:

حلف اٹھانے والا مظلوم ہو مثلا ظالم شخص اسے کسی چیز پر قسم اٹھوائے اور اگر مظلوم شخص سچ بولے تو اس پر ظلم کریگا، یا کوئی اور ظلم کریگا، یا پھر مسلمان شخص کو اس سے ضرر حاصل ہو تو اس شخص کو تاویل والی قسم اٹھانے کا حق حاصل ہے.

ابو داود رحمہ اللہ نے سوید بن حنظلہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

" ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا ارادہ رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ تھے تو انہیں ان کے دشمن نے پکڑ لیا چنانچہ لوگوں نے پریشان کیا کہ تم قسم اٹھاؤ، لہذا میں نے حلف اٹھایا کہ یہ میرا بھائی ہے تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، چنانچہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے یہ قصہ ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تم ان میں سب سے زیادہ سچے اور حسن سلوك کرنے والے ہو، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے "

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح ابو داود میں صحیح قرار دیا ہے.

اور ایك روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" توریہ میں جھوٹ سے آزادی ہے "

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ پر موقوف ہے.

دیکھیں: صحیح الادب المفرد (857).

یعنی اس توریہ کی آزادی اور اجازت ہے جو سامع کو کچھ متکلم کے خلاف معنی دے.

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

توریہ کی کثرت کی بنا پر ایك عقل مند شخص کے لیے جھوٹ بولنے کو کوئی ضرورت نہیں، عقل مند کو خاص اس لیے کیا ہے کہ وہ تاویل کرنے کی استطاعت رکھتا ہے، اس لیے اسے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں.

دوسری حالت:

حلف اٹھانے والا ظالم ہو، مثلا وہ شخص جسے قاضی اور حاکم اس کے پاس موجود حق پر قسم اٹھانے کا کہے، تو اس کی قسم ظاہر الفاظ پر ہوگی جو قسم اٹھانے والا مراد لے رہا ہے، اور حلف اٹھانے والے کو تاویل کوئی فائدہ نہیں دےگی، امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہی ہے، اس میں ہمارے علم کے مطابق کوئی اختلاف نہیں؛ کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تیری قسم وہ ہے جس پر تجھے تیرا ساتھی سچا کہے "

صحیح مسلم اور ابو داود.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" قسم وہ ہے جو قسم اٹھوانے والی کی نیت پر ہو "

اسے مسلم نے روایت کیا ہے.

اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

" قسم وہ ہے جو اس پر واقع ہو جس نے قسم اٹھوائی ہے "

اور اس لیے کہ اگر تاویل کو جائز کر دیا جائے تو قسم کا معنی ہی باطل ہو جاتا ہے؛ کیونکہ قسم کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ قسم اٹھانے والے کو جھوٹی قسم کے انجام سے خوفزدہ کیا جائے کہ وہ انکار کرنے سے رک جائے اور باز آ جائے.

اس لیے جب اس کے لیے تاویل جائز قرار دی جائے تو یہ ختم ہو جائیگا، اور تاویل حقوق سے انکار کا وسیلہ بن کر رہ جائیگی، اس میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں.

تیسری حالت:

نہ تو وہ ظالم ہو اور نہ ہی مظلوم:

امام احمد کی ظاہر کلام یہ ہے کہ: اسے تاویل کا حق حاصل ہے، روایت ہے کہ ان کے پاس مہنا وہ اور مروزی اور ایک جماعت ان کے پاس تھی تو ایک شخص مروزی کو تلاش کرتا ہوا آیا لیکن مروزی اس سے کلام نہیں کرنا چاہتا تھا، تو مہنا نے اپنی انگلی اپنی ہتھیلی میں رکھی اور کہنا لگا: یہاں مروزی نہیں ہے، اور پھر مروزی یہاں کیا کریگا ؟

اس کی مراد یہ تھی کہ وہ اس ہتھیلی میں نہیں، اور ابو عبد اللہ نے اس کا انکار نہیں کیا.

اور انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں:

" ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی:

اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سواری دیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے تو اس نے عرض کیا: میں اونٹنی کے بچے کا کیا کرونگا ؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" کیا اونٹ جوان اونٹنیاں ہی جنتی ہیں ؟"

اسے ابو داود نے روایت کیا ہے.

یہ سب تاویل اور توریہ تھا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حق کا نام دیا اور فرمایا:

" میں حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا " انتہی مختصرا

دیکھیں: المغنی (9 / 420).

اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ کسی شخص کی غیبت کرنے کے بعد توبہ کرنے اور اچھے اعمال کرنے والے شخص کے بارہ میں کہتے ہیں:

" دو روایتوں میں صحیح کے مطابق اگر اس سے سوال کیا جائے تو اس کے لیے اعتراف واجب نہیں، بلکہ وہ توریہ کر لے چاہے قسم کے ساتھ ہی ہو؛ کیونکہ وہ مظلوم ہے اور اس کی توبہ صحیح ہے، اور یہاں صریحا مباح جھوٹ کو جائز قرار دینا محل نظر ہے.

اور توبہ اور احسان کے ساتھ اس کا توریہ کرنا جھوٹ ہے اور اس کی قسم جھوٹی ہے، اور ہمارے اصحاب کا اختیار یہ ہے کہ: اس کے علم میں نہ لائے؛ بلکہ اس کے لیے اس کے ظلم کے مقابلہ میں اس کے لیے دعا کرے " انتہی

دیکھیں: الاختیارات الفقهیة (5 / 507).

اور حلف میں تاویل کے مسئلہ کی تفصیل کے لیے الموسوعة الفقهیة (7 / 306) کا مطالعہ کریں.

پنجم:

تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی رخصت دی گئی ہے جیسا کہ ابو داود اور ترمذی کی روایت کردہ حدیث میں وارد ہے.

اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تین موقعوں کے علاوہ کہیں اور جھوٹ حلال نہیں، اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے خاوند کی بات چیت، اور جنگ میں جھوٹ، اور لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا "

سنن ترمذی حدیث نمبر (1939) سنن ابو داود حدیث نمبر (4921) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

اہل علم کی ایک جماعت کے ہاں یہ صریح جھوٹ پر محمول ہے، نہ کہ توریہ پر، اور انہوں نے اس کے ساتھ اس کو بھی ملحق کیا ہے جس کی ضرورت پڑ جائے یا کوئی مصلحت ہو تو اس میں بھی جھوٹ جائز ہے، اور اگر اسے حلف کی ضرورت ہو تو وہ حلف بھی اٹھا لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، لیکن بہتر یہی ہے کہ اس میں توریہ ہی استعمال کیا جائے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے.

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

" جنگ دھوکہ کا نام ہے "

صحیح حدیث میں تین اشیاء میں جھوٹ بولنا جائز قرار دیا گیا ہے: ان میں سے ایك جنگ كے موقع پر ہے.

طبری رحمہ اللہ كہتے ہیں:

جنگ میں حقیقی جھوٹ كی بجائے توریہ كرنا جائز ہے، ان كی كلام تو یہی ہے، لیكن ظاہر یہی ہوتا ہے كہ حقیقی جھوٹ مباح ہے لیكن توریہ كرنے پر اكتفا كرنا افضل و اولی ہے " واللہ اعلم . انتہی

اور سفارینی رحمہ اللہ كہتے ہیں:

" اس میں تو نص وارد ہے، اور جو اس كے معنی میں ہو اس كو بھی اس پر ہی قیاس كیا جائیگا، مثلا ظالم سے كسی دوسرے كا مال چھپانے كے لیے، اور اس كی پردہ پوشی كے لیے معصیت كا انكار كرنا، یا كسی دوسرے كی پردہ پوشی كرے جب تك وہ دوسرا شخص اعلانیہ معصیت نہ كرے.

بلكہ اگر وہ خود اعلانیہ كرے تو اسے پردہ پوشی كرنی چاہیے، لیكن اگر وہ اپنے آپ پر حد لگوانا چاہتا ہو جیسا كہ ماعز اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ نے كیا، اس كے باوجود پردہ پوشی بہتر ہے، اور وہ توبہ كر لے كیونكہ اس اور اس كے رب كے درمیان ہے.

پھر سفارینی رحمہ اللہ كہتے ہیں:

" حاصل یہ ہوا كہ مذہب میں قابل اعتماد یہی ہے كہ جہاں راجح مصلحت ہو وہاں جھوٹ جائز ہے، جیسا كہ ہم اوپر امام ابن جوزی سے بیان كر چكے ہیں، اور اگر كسی واجب مقصد كی جانب اس كے بغیر نہ پہنچا جا سكتا ہو تو ایسا كرنا واجب ہے.

جب جائز ہے تو پھر توریہ استعمال كرنا اولی اور بہتر ہوا " انتہی

دیكھیں: غذاء الالباب (1 / 141).

اور شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ كا كہنا ہے:

" چنانچہ مومن كے لیے مشروع یہی ہے كہ اگر وہ سچا بھی ہو تو قسم كم اٹھائے؛ كیونكہ زیادہ قسمیں اٹھانے سے ہو سكتا ہے وہ جھوٹ میں پڑ جائے، اور یہ معلوم ہے كہ جھوٹ حرام ہے، اور اگر جھوٹ قسم كے ساتھ ہو تو اس كی حرمت اور بھی شدید ہو جائیگی.

لیكن اگر جھوٹی قسم كی ضرورت یا راجح مصلحت ہو تو اس میں كوئی حرج نہیں؛ كیونكہ نبی كریم صلی اللہ علیہ

وسلم سے حديث ميں ثابت ہے.

ام كلثوم بنت عقبہ بن ابى معيط رضى اللہ تعالى عنہا كہتى ہيں كہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" جو لوگوں ميں صلح كرانے كے ليے خير كى چغلى كرے اور اچھى بات كہے تو وہ جھوٹا نہيں، وہ كہتى ہيں: ميں نے نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم سے نہيں سنا كہ جو لوگ كہتے ہيں اس ميں جھوٹ كى اجازت دى ہو صرف تين مواقع پر:

لوگوں ميں صلح كرانے كے ليے، اور جنگ ميں ہے، اور خاوند كى اپنى بيوى سے بات چيت "

امام مسلم نے اسے صحيح ميں روايت كيا ہے.

اس ليے جب كوئى لوگوں ميں صلح اور اصلاح كرانے كے ليے يہ كہے كہ: اللہ كى قسم آپ كے دوست تو صلح پسند ہيں، اور وہ اكٹھے ہونا اور ايك ہى بات چاہتے ہيں، اور وہ ايسے ايسے چاہتے ہيں، اور پھر دوسروں كے پاس آئے اور انہيں بھى اسى طرح كى بات كہے، اور اس كا مقصد صرف خير اور صلح ہو تو مذكورہ بالا حديث كى بنا پر اس مي كوئى حرج نہيں "

اور اسى طرح اگر كوئى كسى انسان كو ديكھے كہ وہ كسى دوسرے شخص كو قتل كرنا چاہتا ہے، يا پھر اس پر ظلم كرنے لگا ہے تو وہ اسے كہتا ہے: اللہ كى قسم يہ ميرا بھائى ہے تا كہ وہ اسے اس كو ناحق قتل ہونے سے بچائے يا ناحق ظلم اور مار سے بچائے، اسے علم ہو كہ اگر اس نے اسے اپنا بھائى باور كرايا تو وہ احتراما اسے چھوڑ دےگا: اس كے ليے اس طرح كى حالت ميں اپنے بھائى كو ظلم سے بچانا واجب ہے.

مقصد يہ كہ جھوٹى قسم ميں اصل ممانعت اور حرام ہے ليكن اگر اس جھوٹى قسم كے نتيجہ ميں جھوٹ سے بھى كوئى عظيم مصلحت پائى جاتى ہو جائز ہے، جيسا كہ مذكورہ بالا حديث ميں تين مواقع پر بيان ہوا ہے " انتہى

ديكھيں: مجموع فتاوى الشيخ ابن باز (1 / 54).

واللہ اعلم .